OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

Al-Qamar, Volume 4, Issue 1 (January-March 2021)

اردوناول میں مذہبی عناصر: عذرا اصغر کا اختصاصی مطالعہ

(A Study of Religious Elements in *Azra Asghar's* Novels)

Mahnaz Waheed
Doctoral Candidate Urdu, GC Women University, Faisalabad
Dr. Sadaf Naqvi
Assistant Professor of Urdu, GC Women University, Faisalabad

Abstract

This article explores Islamic elements in *Azra Asghar's* novels. It finds that *Azra Asghar* portrayed the post-establishment Islamic civilization of Pakistan, which was associated with a strong family system. She presented the features of respect for humanity, the sanctity of blood relations and family decency in her stories. That's why the characters of her novels have such eternal qualities as empathy, tolerance, patience and faith. In her novels, she has frequently quoted Quran, *Ḥadīth* and sayings of *'Alī* etc.

Keywords: Novel, Urdu, religion, *Azra Asghar*

تمہید

ناول کا لفظ Italian زبان کے لفظ Novella سے نکلا ہے، جس کا مطلب ہے نیا، نرالا، انوکھا اور عجیب۔ اصطلاحاً اس سے مراد ایسی کہانی ہے، جس کا موضوعِ سخن انسانی زندگی ہو۔ انقلابِ فرانس کے بعد فرد یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا کہ وہ کون سے عوامل ہیں، جن کی وجہ سے انسان پرانے نظام سے بیزار ہو جاتا ہے؟ چناچہ معاشرتی، اقتصادی اور مذہبی سطح پر ان وجوہات کا جائزہ لیا جانے لگا۔ ان عوامل کا تجزیہ مصنفین نے ادب میں ناول کے ذریعے پیش کیا۔ ناول کے مقبولِ عام ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اگرچہ اس کی کہانی میں قصہ پن ہے، لیکن اس میں خیالات کی پرواز بے لگام نہیں۔ یہ جیتے جاگتے انسانوں کو آئینہ فراہم کرتا ہے، جس میں وہ اپنی تصویر دیکھ سکتے ہیں۔ ناول کے اجزائے ترکیبی تین ہیں: پلاٹ، کردار، مکالمہ۔[1] ان اجزا پر مشتمل ایک بہترین ناول تخلیق پاتا ہے۔ کوئی بھی ادیب معاشرے سے جدا نہیں ہوتا۔ اس کا تعلق کسی نہ کسی مخصوص معاشرے سے ہوتا

[1] پروفیسر سّید عابد علی عابد، اُصولِ انتقادِ ادبیات (لاہور: سنگِ میل پبلیکیشنز، 2006ء)، 501۔

CC BY

ہے وہ اپنے مخصوص عہد کی ترجمانی کرتا ہے۔ اس کے ناولوں کی کہانی اسی معاشرے سے اخذ شدہ ہوتی ہے۔ اس کے کردار ایک مخصوص زماں و مکاں کی ترجمانی کرتے ہیں۔ اس کے مکالمے بھی ایک خاص زباں اور اسلوب کے حامل ہوتے ہیں۔ ایک مصنف یا ادیب اپنے کرداروں اور کہانی کے ذریعے اپنا فلسفۂ حیات بیان کر رہا ہوتا ہے۔ لہٰذا اس کی کہانیوں یا ناولوں سے اس کے فلسفۂ حیات اور تصورِ مذہب و اخلاق سے متعلق بہت کچھ جانا جا سکتا ہے۔ اس نوع کا مطالعہ ہر مصنف سے متعلق ہو سکتا ہے۔ اردو ناول نگاروں کے ہاں اس حوالے سے دل چسپ مطالعات سامنے آتے رہتے ہیں۔ زیرِ نظر مضمون میں اردو کی ایک نام ور مصنفہ عذرا اصغر کے ناولوں میں اسلامی مذہبی عناصر کا مطالعہ پیش کیا گیا ہے۔ عذرا اصغر کے ناولوں کا مطالعہ کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ بہت پختہ اسلامی شعور رکھتی ہیں۔ ان کے ناولوں میں مذہبی عناصر کا تجزیہ پیش کرنے کا مقصد اس مخصوص عہد کی معاشرت پر مذہب کے اثرات کا جائزہ لینا بھی ہے، جو مصنفہ نے اپنے ناولوں میں پیش کیا ہے۔ عذرا اصغر کی ہم عصر خواتین مصنفین میں الطاف فاطمہ، خدیجہ مستور، بانو قدسیہ، ہاجرہ مسرور، جمیلہ ہاشمی، سائرہ ہاشمی، فرخندہ لودھی، بشریٰ رحمٰن کے نام اہم ہیں۔ ان سب کی تحریروں میں جا بجا اسلامی رنگ جھلکتا ہے۔ زیرِ نظر تجزیے کے ذریعے عذرا اصغر کے فلسفۂ کے جائزے کے ساتھ ساتھ یہ جاننے کا موقع بھی ملے گا کہ ماضی قریب کی خانگی زندگی میں مذہبی عنصر کس حد تک اہمیت رکھتا تھا اور بدلتے زمانے نے ان اقدار کو کس قدر متاثر کیا ہے؟

صبر و دعا کی تلقین

اللہ کی رضا پر راضی رہنے، صبر کرنے اور دُعا کے ذریعے اللہ سے مدد طلب کرنے کا شعار عذرا اصغر کے ناول کے کرداروں کی صفات کا حصہ ہے۔ قرآنی تعلیمات کے مطابق اللہ سے دُعا کرنے والے اور صبر کرنے والے کے درجات بلند ہوتے ہیں۔ اللہ اپنے صابر بندوں کو پسند فرماتا ہے اور دعا کے ذریعے مدد مانگنے والے کی غیب سے مدد فرماتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ پختہ کردار والے لوگ ہی کر سکتے ہیں۔ جن کا اپنے اللہ پر کامل یقین ہوتا ہے۔ ناول "دل کے رشتے" میں نگہت کی شادی کے بعد گھر میں آئی ہوئی اس کی پھوپھیاں، اس کی والدہ کے ساتھ اپنے دوسرے بھائی اور بھاوج کی زیادتی کا رونا روتی ہیں، کیونکہ وہ جانتی ہیں کہ بڑوں کی غلطیوں کا خمیازہ بچوں کو بھگتنا پڑتا ہے۔ وہ اپنے بھائی سے ناراض ہونے کے باوجود اس کے لیے فکر مند نظر آتی ہیں، جس پر نگہت کی والدہ انھیں جس بات کی تلقین کرتی ہیں اس میں اسلامی تعلیمات کی جھلک نمایاں نظر آتی ہے: "صبر کرو بی بی اور دُعا کرو اللہ جمیلہ کو اور احسان میاں کو کچھ عقل دے۔"[2]

اسلامی تہذیب میں نکاح کی اہمیت

اسلام میں نکاح کو پسندیدہ عمل قرار دیا گیا ہے۔ ہمارے معاشرے میں نکاح کے ذریعے سے لڑکے اور لڑکی کو شادی جیسے پاکیزہ بندھن میں باندھا جاتا ہے۔ اسلام اس معاملے میں لڑکے اور لڑکی کی پسند کو بھی اہمیت دیتا ہے، لیکن اس کے ساتھ ہی دونوں گھرانوں کے بزرگوں کی رضامندی بھی ضروری ہے۔ اس لیے کہ یہ صرف لڑکے اور لڑکی کا ملاپ ہی نہیں بلکہ دو خاندانوں کا ملاپ ہوتا ہے۔ مسلمان گھرانے شادی کے موقع پر اپنے مذہب کے مطابق شادی کی رسومات کی ادائیگی کرتے ہیں۔ مصنفہ اس ضمن میں اپنے ناول "دل کے رشتے" میں رباب اور نزہت کی گفت گو بیان کرتے ہوئے لکھتی ہیں: "پرسوں بھیّا کا نکاح

[2] عذرا اصغر، دِل کے رشتے (لاہور: مقبول اکیڈمی، 1990ء)، 233۔

ہے۔"نزہت مسرت سے چہکی ۔"خدا ان کو اور تم سب کو مبارک کرے۔"وہ(رباب)اداسی سے بولی۔[3] اسی طرح ناول "مسافتوں کی تھکن" میں زہرہ کا باپ(جواد کاظمی)شدید بیمار پڑ جاتا ہے۔اس کی سب سے چھوٹی بیٹی زہرہ ابھی غیر شادی شدہ ہے، جس کی فکر اسے لاحق ہو جاتی ہے،جب کہ اس کی تمام اولاد کام کے سلسلے میں بیرونِ ملک مقیم تھی، مگر ایک بیٹا(رضا) لاہور میں مقیم تھا۔انھوں نے اسے اپنے پاس سکر دو بلا کر اپنی بیٹی زہرہ اور راشد کے نکاح کی تیاری کرنے کے لیے کہا، مگر بیٹے نے مشورہ دیا کہ سب بہن بھائیوں کو بھی مطلع کر دینا چاہیے، لیکن اپنی بگڑتی ہوئی حالت کے پیشِ نظر انھوں نے بیٹے کو حکم دیا کہ :"میں چاہتا ہوں کہ جلد از جلد اس فرض سے سبکدوش ہو جاؤں ،بعد میں تم لوگ جتنی خوشیاں منانا چاہو مناتے رہنا۔بس خاموشی سے اس نکاح کا بندوبست کرو۔"[4]

شادی میں چونکہ تمام خاندان کے افراد شامل ہوتے ہیں اس لیے متفقہ طور پر کام بھی تقسیم کر لیے جاتے ہیں۔مصنفہ نے اپنے ناول(دل کے رشتے) میں نگہت اور شہباز کے نکاح کے بعد دُلہا اور دُلہن کو اکھٹے بٹھانے کی رسم کی منظر نگاری کرتے ہوئے لکھا ہے کہ خاندان کے چند مرد حضرات دولہا کو بڑے اہتمام کے ساتھ سٹیج تک لے کر آتے ہیں۔جہاں خاندان کے تمام لوگ جمع ہو کر رسم کی ادائیگی کرتے ہیں۔یہی ہماری تہذیب کا خاصہ ہے کہ دو اجنبی افراد کو تمام افرادِ خانہ کی رضامندی سے ایک دوسرے کا ہمنشین بنایا جاتا ہے اور یوں ہنستے کھیلتے وہ اپنی نئی زندگی کا آغاز کرتے ہیں:"سُرخ گوٹے کے جال والے دوپٹے تلے شہباز بھائی اور نگہت قرآن اور آئینہ سنبھالے آرسی مصحف کی رسم ادا کر رہے تھے۔"[5]

یقینِ کامل

ہر تحریر اپنے لکھنے والے کے خیالات اور عقائد کی عکاس ہوتی۔مصنفہ اپنے ناول"مسافتوں کی تھکن" میں اللہ تعالیٰ کی ذاتِ بے مثال کا اقرار"ہیروئن"رخشی کے ذریعے کرتی ہیں کہ جب رخشی اپنے ماضی کے اذیت ناک دور کے بارے میں سوچتی ہے کہ اس کی پھوپھی جو اس سے بے انتہا محبت کرتی تھیں، اسے بہو بنا کر اپنے گھر لانا چاہتی تھیں، لیکن ان کے شوہر نے اپنے دیرینہ بُغض کی وجہ سے اس رشتے کو چوبیس سال بعد یک لخت ختم کر دیا۔راشد سے منگنی ٹوٹنے کے بعد اس پر مصائب کا پہاڑ ٹوٹ پڑا تھا۔وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ فرجاد کریم جیسا مہربان اس کی زندگی میں آکر تمام تلخیوں کو ختم کر دے گا۔یہ سب سوچ کر وہ بے اختیار کہہ اٹھتی ہے:"بے شک اللہ جسے چاہتا ہے ملک عطا کر دے اور جس سے چاہے واپس لے لے۔جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذِلت کے اندھیرے میں دھکیل دے۔اے پروردگار بلا شبہ تو ہی ہر چیز پر قادر ہے۔"[6] یہ اقتباس قرآنِ کریم کی سورہ آلِ عمران ہی کا ترجمہ معلوم ہوتا ہے:قُلِ اللّٰھُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِی الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُوَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُوَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِیَدِكَ الْخَیْرُ اِنَّكَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔"کہو کہ اے خدا(اے)بادشاہی کے

[3] عذرا اصغر،دِل کے رشتے،340۔

[4] عذرا اصغر،مسافتوں کی تھکن(لاہور:عزیز پبلشرز،2007ء)،145۔

[5] عذرا اصغر،دِل کے رشتے،221۔

[6] عذرا اصغر،مسافتوں کی تھکن،157۔

مالک تو جس کو چاہے بادشاہی بخشے اور جس سے چاہے بادشاہی چھین لے، اور جس کو چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلیل کرے ہر طرح کی بھلائی تیرے ہی ہاتھ ہے اور بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔"[7]

رخشی ماں باپ کی وفات کے بعد پر خلوص رشتوں سے محروم ہو گئی۔ بہن بھائی اپنے اپنے کاموں کے لئے اسے اپنے ہاں ٹھہراتے اور پھر چلتا کرتے اس طویل اور کٹھن مسافت سے اب وہ تھک چکی تھی۔ اب اسے سہارا چاہیے تھا جو اسے فرجاد کی صورت میں مل گیا تھا۔ وہ اب اس مقام پر کھڑی ہے کہ اس کا کوئی اپنا اس کے ساتھ اس کی خوشی میں شریک ہو سکے، اس کے اتھل پتھل ہوتے جذبات میں اس کی دلجوئی کر سکے، تب اسے اپنی ماں کی وہ دعا یاد آئی جو حضرت زین العابدین سے منسوب ہے اور اکثر اس کی ماں کی زبان پر جاری رہتی تھی: "اور اللہ کے کتنے ہی ایسے پوشیدہ کرم ہیں جن کی باریکیاں ذہین آدمیوں کی سمجھ سے بالاتر ہیں۔" [8] صحیفہ ء کاملہ میں یہ دعا اس طرح لکھی ہوئی ہے:

وَ كَانَ مِنْهُ دُعَآئِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔۔اَللّٰهُمَّ وَ قَدْ اَشْرَفَ عَلٰى خَفَايَا الْاَعْمَالِ عِلْمُكَ وَ انْكَشَفَ كُلُّ مَسْتُوْرٍ دُوْنَ خُبْرِكَ وَلَا تَنْطَوِيْ عَنْكَ دَقَآئِقُ الْاُمُوْرِ،وَلَا تَعْزُبُ عَنْكَ غَيِّبَاتُ السَّرَآئِرِ،وَ قَدْاسْتَحْوَذَ عَلَىَّ عَدُوَّكَ۔[9]

اے اللہ! تیرا علم تمام پوشیدہ اعمال پر محیط ہے اور تیرے علم واطلاع کے آگے ہر مخفی چیز ظاہر و آشکارا ہے اور باریک سے باریک چیزیں بھی تیری نظر سے پوشیدہ نہیں اور نہ رازہائے درون پردہ تجھ سے مخفی ہیں۔

انسان جب اپنے نامساعد حالات سے تھک کر گھبرا جاتا ہے تو مختلف وسوسے اور اوہام اسے گھیر لیتے ہیں۔ ان حالات میں اسے چاہیے کہ وہ اپنے کردار اور ایمان کو مضبوط بنائے۔ اپنے رب سے مدد مانگے۔ اللہ یقیناً مدد فرمانے والا ہے۔ ایسے ہی وقت کے بارے میں ناول "مسافتوں کی تھکن" میں "رخشی" اور "فرجاد کریم" کے درمیان ہونے والی تکرار بھی خاصے کی چیز ہے۔ جب "رخشی" یک دم حالات کے تبدیل ہونے پر ششدر رہ جاتی ہے، اور اس کا اظہار وہ "فرجاد" سے کرتی ہے، مگر "فرجاد" اس واقعے کو اپنے پختہ ارادے کا نتیجہ قرار دیتا ہے، مگر "رخشی" اس کی توجہ حضرت علیؓ کے اس قول کی طرف دلاتی ہے: "میں نے ارادوں کے ٹوٹنے سے اللہ کو پہچانا۔"[10] نہج البلاغہ میں حضرت علیؑ کا قول ہے: عَرَفْتُ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ بِفَسْخِ الْعَزَآئِمِ۔[11] "اور حضرت فرمایا علی نے: میں نے اللہ کو ارادوں کے ٹوٹ جانے سے پہچانا۔"

تزکیہ نفس

---

[7] آلِ عمران 3: 26۔

[8] عذرا اصغر، مسافتوں کی تھکن، 158۔

[9] اِمام زین العابدین، صحیفہ کاملہ، ترجمہ۔ مفتی جعفر حسین (لاہور: امامیہ پبلکشنز، 1998ء)، 270۔

[10] عذرا اصغر، مسافتوں کی تھکن، 149۔

[11] حضرت علی، نہج البلاغہ، ترجمہ۔ مفتی جعفر حسین (لاہور: امامیہ پبلکشنز، 1411ھ)، 882۔

ایک نیک صالح مسلمان اپنے ظاہری اعمال کا ہی محاسبہ نہیں کرتا بلکہ وہ اپنی تنہائیوں کو بھی پاکیزہ رکھتا ہے، وہ جانتا ہے کہ اگر اسے اپنے اللہ کی بارگاہ میں سُرخ رو ہونا ہے، تو اسے اپنے نفس پر گرفت مضبوط رکھنی ہو گی، اس کے لیے وہ اپنے نفس کے عیوب سے باخبر رہتے ہوئے اس کی چالوں سے بچنے کی کوشش کرتا ہے۔ اپنے نفس کو قابو کرنا سب سے مشکل کام ہے۔ سچا مسلمان تزکیہ نفس کی اہمیت سے اچھی طرح واقف ہوتا ہے، وہ دنیاداری کی بجائے اپنی عاقبت سنوارنے کی فکر میں رہتا ہے وہ یہ جانتا ہے کہ نفس ایک منہ زور گھوڑا ہے اگر اس کی لگام پر گرفت مضبوط نہ ہو تو انسان مختلف روحانی بیماریوں کا شکار ہو جاتا ہے۔ اس کے بارے میں "مسافتوں کی تھکن" میں ہے کہ قرآن فرماتا ہے: "جس نے اپنے نفس کو پاک صاف رکھا وہ کامیاب ہوا اور جس نے اسے گناہ کر کے دبا دیا وہ نامراد رہا۔ "اس بارے میں تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھتی ہیں: "پس قرآن مجید کا پہلا مقصد تزکیہ نفس ہے، یعنی قرآن مجید نفس کو بیماریوں، گرہوں، تاریکیوں پریشانیوں اور سرکشیوں سے الگ رکھنا بلکہ مسخ ہونے سے بچاتا ہے۔"[12]

ہمارے معاشرے کو حسد، کینہ، بُغض، عناد اور غیبت جیسے روحانی مسائل کا سامنا ہے یہی وجہ ہے کہ ہر چیز روبہ زوال ہے۔ جس معاشرے میں حسد اور بُغض کی آگ میں جل کر اپنے قریبی رشتوں کو پامال کر دیا جائے، وہ معاشرہ صحت مند نہیں کہلا سکتا۔ اسی قسم کی صورتحال سے ناول "مسافتوں کی تھکن" کی "رخشندہ" اور "راشد" کو بھی سامنا کرنا پڑتا ہے۔ جب راشد کے باپ (فرحت علی) نے اپنے برادرِ نسبتی (رخشی کے باپ) کو ذلیل کرنے کے لیے منگنی کے چوبیس سال بعد انکار کر کے اپنا انتقام لیا۔ یہ حسد اور غصہ انسان کو کہیں کا نہیں چھوڑتا۔ اس بارے میں راشد اپنے ماضی کے بارے میں کچھ اس انداز سے سوچتا ہے: "وہ (فرحت علی) ماموں جان کو ذلیل کرنا چاہتے تھے اور وہ انتقام پر اتر آئے اور مجھے غصہ دلایا اور غصے میں مولا علیؑ کا وہ قول میں بھول گیا کہ غصہ وہ آندھی ہے، جو عقل کا چراغ گل کر دیتی ہے۔ اور یہ بھی کہ غصے کی ابتدا دیوانگی اور انتہا پشیمانی ہے اور اگر پشیمانی نہ ہو تو دیوانگی پختہ ہے۔ اور یقیناً غصے نے مجھے دیوانہ بنا دیا تھا۔"[13] نہج البلاغہ میں حضرت علیؑ کا قول ہے: اَلْحِدَّةُ ضَرْبٌ مِنَ الْجُنُوْنِ لِأَنَّ صَاحِبَهَا يَنْدَمُ فَاِنْ لَّمْ يَنْدَمْ فَجُنُوْنُهٗ مُسْتَحْكِمٌ۔ "غُصہ ایک قسم کی دیوانگی ہے، کیونکہ غُصہ ور بعد میں پشیمان ضرور ہوتا ہے اور اگر پشیمان نہیں ہوتا تو اس کی دیوانگی پُختہ ہے۔"[14]

غصے میں آکر کئے گئے فیصلے ہمیشہ پشیمانی پر منتج ہوتے ہیں۔ یہی معاملہ ارشد کے ساتھ پیش آیا جب وہ باپ کے غلط فیصلے کی وجہ سے ہر رشتے کو تج کر گھر بار چھوڑ کر سکردو جا بسا۔ اس نے اتنا بھی نہ سوچا کہ ماں، بہن اور بھائی کیا کریں گے۔ انھیں کتنے لوگوں کی باتیں سننا پڑیں گیں اور سب سے زیادہ اس کا نقصان رخشندہ کو اٹھانا پڑا، لیکن جب سکردو میں راشد کی شادی زہرہ سے ہو گئی تو حالات کی مہربانی سے وہ پھر اپنوں سے ملنے لاہور آ پہنچا۔ یہ اس کی ماں کی دُعاؤں کا اثر تھا۔ اس کے آنے کی خبر پا کر اس کی والدہ کی بے چینی دیدنی تھی: "مگر زمانی بیگم کی حالت مختلف تھی۔ انھوں نے جانے کتنے شکرانے کی نمازیں اور منتی نفل پڑھ ڈالے تھے۔"[15]

---

[12] عذرا اصغر، مسافتوں کی تھکن، 175۔

[13] عذرا اصغر، مسافتوں کی تھکن، 91,90۔

[14] حضرت علی، نہج البلاغہ، 887۔

[15] عذرا اصغر، مسافتوں کی تھکن، 179۔

ہم اپنی اعلیٰ اقدار و روایات کو فراموش کر کے خود غرضی کی راہ پر چل نکلے ہیں۔ ایک دوسرے سے حسد کرنا معمولی بات بن گئی ہے، جو بیمار ذہنی حالت کی طرف اشارہ ہے۔ حاسد انسان اپنی محنت اور ہمت پر بھروسہ کرنے کی بجائے دوسرے کے نقصان کے درپے رہتا ہے۔ اس معاملے میں اگر اسے خود بھی نقصان اٹھانا پڑے تو وہ اس سے بھی گریز نہیں کرتا۔ اس ضمن میں مصنفہ ناول "مسافتوں کی تھکن" میں استاد شہید مرتضیٰ مطہری کی کتاب "انسانِ کامل" کا حوالہ دیتی ہیں۔ کہ جو چیزیں انسان کی روح پر آفت لاتی ہیں وہ انسان کی محرومیاں ہیں۔[16] استاد شہید مرتضیٰ مطہری کی کتاب، انسانِ کامل کے الفاظ ہیں: "جو چیزیں انسان کی روح پر آفت لاتی ہیں ہم یہاں ان کے حقیقی مآخذ کا مختصر طور پر ذکر کرتے ہیں۔ علم نفسیات کی روح سے انسان کی محرومیاں اس کی بیماریوں کا سبب بن جاتی ہیں یعنی اپنی محرومیوں کا احساس انسان کی بہت سی نفسیاتی گرہوں اور نفسیاتی بیماریوں کا مآخذ ہے۔"[17]

ہمارے معاشرے میں جہاں اور بہت سے مسائل ہیں وہاں رشتوں کی ناقدری بھی ایک اہم مسئلہ بن گیا ہے خونی رشتے دوغلہ رویہ اختیار کر کے اپنے بہن بھائیوں کی حق تلفی کرنے کو عیب نہیں جانتے۔ ناول "مسافتوں کی تھکن" میں تعبیر کے احساس دلانے پر روشنا اس بات کا اقرار کرتے ہوئے سوچتی ہے کہ واقعی (روشنا کی پھوپھی) رخشی کو اس کے تمام بہن بھائیوں نے مل کر اپنے مفادات کی خاطر استعمال کیا، مگر کوئی بھی اس کے احسانات کو تسلیم نہیں کرتا، بلکہ یہ تمام کام اسی کی ذمہ داری میں شمار کیے جانے لگے۔ اب جب فرجاد، رخشی کو اپنا شریکِ حیات بنانا چاہتا ہے، تو تمام بہن بھائیوں کا ازلی حسد آڑے آرہا ہے۔ روشنا سوچتی ہے کہ انسان جو کچھ کرتا ہے اس کا عکس اس کے چہرے پر بھی آجاتا ہے، اسے آں حضرت ﷺ کا فرمان یاد آجاتا ہے: "حسد وہ آگ ہے جو انسان کو لکڑی کی طرح جلا کر خاکستر کر دیتی ہے۔"[18] سنن ابو داوٗد کی حدیث ہے: إِيَّاكُمْ وَالْحَسَدَ فَإِنَّ الْحَسَدَ يَأْكُلُ الْحَسَنَاتِ كَمَا تَأْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ، أَوْ قَالَ: الْعُشْبَ۔ "تم لوگ حسد سے بچو، اس لئے کہ حسد نیکیوں کو ایسے کھالیتا ہے، جیسے آگ ایندھن کو کھالیتی ہے یا کہا گھاس کو (کھالیتی ہے)۔[19]

مذہبی شخصیات سے عقیدت

عذرا اصغر مذہبی اور روحانی شخصیات سے بھی عقیدت رکھتی ہیں۔ ان کے ناولوں میں ان شخصیات کے فرامین کا تذکرہ ملتا ہے اور ان خاص دنوں کا اہتمام بھی دکھائی دیتا ہے، جسے لوگ بڑے جوش و خروش سے مناتے ہیں۔ "دل کے رشتے" میں جب بلال حالات سے پریشان ہو کر گھر سے باہر نکلتا ہے تو اپنے ایک دوست کی ہمراہی میں چلتے ہوئے شہریوں کی گہما گہمی میں اپنا غم غلط کرنے کے لیے م ﷺ وچی گیٹ کے پاس جشنِ ولادت مصطفیٰ کے جلوس تک پہنچ جاتا ہے: "وہ... جلوس کی زیارت سے فیض یاب ہونے لگے۔ جلوس میں شریک ٹرک... ٹرالیاں... ریہڑے اور گڈے بڑے سلیقے سے سجائے گئے تھے اور ان پر بڑے بڑے لکڑی کے فریموں میں خانہ کعبہ اور مدینہ منورہ کی تصاویر آویزاں تھیں۔"[20]

---

[16] عذرا اصغر، مسافتوں کی تھکن، 171۔

[17] استاد شہید مرتضیٰ مطہری، انسانِ کامل (کراچی: جامعہ تعلیماتِ اسلامی، 2008ء/1429ھ)، 23۔

[18] عذرا اصغر، مسافتوں کی تھکن، 114۔

[19] ابو داوٗد، سنن ابو داوٗد، حدیث: 4903۔

[20] عذرا اصغر، دِل کے رشتے، 331۔

انسان جس مخصوص مسلک سے تعلق رکھتا ہے۔اس کا ذکر بھی اس کی باتوں میں ہوتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ عذرا اصغر کی کہانیوں میں بھی محرم الحرام، عزاء خانوں، ماتم اور مجلسوں کا ذکر جا بجا ملتا ہے۔"دل کے رشتے" میں بلال کی والدہ جس لڑکی کو اپنی بہو بنانا چاہتی تھیں۔وہ امیر ماں باپ کی اکلوتی اولاد تھی۔دوسری بڑی وجہ اس پسندیدگی کی یہ تھی کہ وہ لوگ اپنے داماد کو بیرونِ ملک تعلیم کے لیے بھیجنے پر بھی رضامند تھے، اور تیسری وجہ اس لڑکی کا مذہبی لگاؤ تھا:"اس کے محرم کی مجلسوں میں دھڑا دھڑ ماتم کر کے نوحے پڑھنا پھپھو کے لیے متاثر کن تھا۔قطعی ماڈرن تہذیب کی پروردہ شاہانہ کتنی عقیدت سے ماتم کرتی اور نوحے پڑھتی تھی کہ پھپھو ہی کیا سب سننے والیاں عش عش کر اٹھتیں۔اتنی فیشن ایبل لڑکی اور عقیدت کا یہ جذبہ؟"[21]

موت وحیات کا مذہبی تصور

عذرا اصغر بھی اپنے ناولوں میں روزِ جزا و سزا اور موت وحیات کا ذکر مذہبی پس منظر میں کرتی ہیں۔ان کی کہانیوں کے کردار بھی مسلمان عقیدے کے مطابق مکالمے بولتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔"مسافتوں کی تھکن" میں جواد کاظمی کچھ اس انداز میں اپنے بیٹے سے زندگی اور موت کے بارے میں گفتگو کرتا ہے:"بیٹا موت وزندگی بلا شبہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے، مگر مجھے اپنی زندگی کا بھروسہ نہیں رہا ہے۔کسی بھی وقت میری آنکھیں بند ہو سکتی ہیں۔"[22] موت وحیات کے بارے میں قرآن میں لکھا ہے:وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا۔"اور کسی شخص میں طاقت نہیں کہ خدا کے حکم کے بغیر مر جائے (اس نے موت کا) وقت مقرر کر کے لکھ رکھا ہے۔"[23]

محبت میں دل بے اختیار ہوتا ہے۔اپنے عزیز از جان رشتوں کی جدائی انسان کے لیے بہت اذیت ناک ہوتی ہے۔انسان ان کی بقا اور سلامتی کے لیے ہر ممکن کوشش کرتا ہے۔اس کے ساتھ ہی ان کی زندگی کے لیے دعا بھی کرتا ہے۔"دل کے رشتے" میں بلال، رباب کی بیماری میں اس کا علاج کرتا ہے، مگر اس کی جدائی سے وہ بے کل ہوا جاتا ہے۔اس کی کوشش یہی ہوتی ہے کہ رباب جلد سے جلد صحت یاب ہو کر ہنستی کھیلتی ہوئی نظر آئے:

> بچھڑنے والے کی یاد ہمیں غمگین کر دیتی ہے... موت وحیات کا اختیار تو صرف اس ذات پاک کو حاصل ہے۔بندہ تو صرف کوشش کر سکتا ہے اور اس کی کوششوں کو نتیجہ خیز بنانا بھی اسی باری تعالیٰ کا کام ہے۔میں اس معبودِ حقیقی کا جتنا بھی شکر گزار ہوں کم ہے۔تمھیں زندگی دے کر اس نے میرے اوپر احسانِ عظیم کیا ہے۔[24]

اللہ کی قدرت کاملہ کا اعتراف

فرجاد اور رخشی پاکستان کے شمالی علاقہ جات کے خوبصورت مقامات کی سیر کے لئے سکردو جاتے ہیں وہاں کے دلکش نظارے انھیں اپنا گرویدہ بنا لیتے ہیں۔یہاں کے پہاڑ، جھیلیں اور سرسبز و شاداب وادیاں دیکھ کر رخشی کو اللہ کی قدرت پر بے انتہا حیرت

---

[21] عذرا اصغر، دِل کے رشتے، 312۔

[22] عذرا اصغر، مسافتوں کی تھکن، 145۔

[23] آلِ عمران 3: 145۔

[24] عذرا اصغر، دِل کے رشتے، 291۔

ہوتی ہے کہ ان جگھوں پر جہاں زمین پتھریلی ہے اور کوئی پانی دینے والا بظاہر نظر نہیں آتا مگر پھر بھی یہ جگہ کتنی سرسبز و شاداب ، حسین اور پر سکون ہے۔ یہاں کی آبشاریں مسافروں کی تواضح اپنے ٹھنڈے میٹھے پانی سے کرتی ہیں۔ رخشی بے اختیار کہہ اٹھتی ہے: "فرجاد اللہ تعالیٰ نے اس خطے کو بہشت کا نمونہ بنایا ہے۔"[25] جب یہ لوگ بالا کوٹ کے سفر پر نکلے تو پہاڑی سلسلوں کو دیکھ کر رخشی اللہ تعالیٰ کی کبریائی اور جلال کی معترف ہو گئی۔ ان کی گاڑی پہاڑوں کے ساتھ ساتھ بنی سڑک پر جارہی تھی۔ اسی سڑک کے دوسری طرف گہری کھائی ہیبت طاری کر رہی تھی، جس کے بیچوں بیچ دریا ایک لکیر کی مانند دکھائی دے رہا تھا۔ پہاڑوں کو دیکھ کر اس قرآنی آیت کا ترجمہ اس کے ذہن میں گردش کرنے لگا: "اور ہم نے پہاڑوں کو زمین میں میخوں کی طرح گاڑ دیا کہ وہ حرکت نہ کر سکیں۔" [26] یہ حوالہ مصنفہ نے قرآنِ پاک کی سورہ نحل کی آیت سے دیا ہے: وَاَلۡقٰی فِی الۡاَرۡضِ رَوَاسِیَ اَنۡ تَمِیۡدَ بِکُمۡ وَاَنۡہٰرًا وَّسُبُلًا لَّعَلَّکُمۡ تَہۡتَدُوۡنَ ۙ۔[27] "اور اس نے زمین میں پہاڑ گاڑ دیئے ہیں تا کہ تمھیں لے کر ہلے نہ اور نہریں اور راہیں بنا دیں تا کہ تم منزلِ مقصود کو پہنچو۔" عذرا اصغر نے اپنے ناولوں میں پاکستان کے خوبصورت علاقوں کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی کبریائی کا بھی اقرار کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو جنت نہیں تو جنت نظیر ضرور بنایا ہے۔ ان شمالی علاقہ جات کو دیکھ کر انسان اس بات پر ضرور غور کرتا ہے کہ اس دنیا کو چلانے والی ایک پاک ہستی موجود ہے۔ جس نے عظیم نظامِ کائنات تخلیق کر کے انسان کو اس کی جستجو میں لگا دیا اور کائنات پر غور و فکر کرنے کا حکم دیا تا کہ انسان نئی نئی دنیائیں دریافت کر سکے۔

خلاصہ بحث

اگرچہ زمانے نے کئی کروٹیں لیں، جس کی وجہ سے مشرقی اسلامی معاشرہ کئی تبدیلیوں کا شکار ہوا، بایں ہمہ یہ معاشرہ اپنے مذہبی عقائد کے زیرِ اثر نظر آتا ہے۔ عذرا اصغر کے ناولوں کی کہانیاں پاکستانی مسلم معاشرت کے گھریلو مسائل کے گرد گھومتی ہیں۔ یہاں قدم قدم پر اسلام کے حوالے ملتے ہیں، سو مصنفہ کا بھی ان سے متاثر ہونا اور ان کو اپنے ناولوں میں برتنا فطری بات تھی۔ چنانچہ وہ قرآن پاک، فرامینِ نبوی اور حضرت علی کے اقوال جگہ جگہ حوالے کے طور پر استعمال کرتی نظر آتی ہیں۔ عام مذہبی حوالوں کے ساتھ ساتھ ان کے ناولوں میں ان کے مذہبی مسلک کا رنگ بھی نمایاں نظر آتا ہے، جس کا سبب مصنفہ کا گردو پیش میں مذہبی رسوم کا تجربہ اور مشاہدہ ہے۔ کہا جا سکتا ہے کہ عذرا اصغر نے اپنے ناولوں کی کہانیوں میں مذہبی عناصر کو پیش کرتے ہوئے جو مکالمے لکھے ان میں گہرا مذہبی شعور پایا جاتا ہے۔

---

[25] عذرا اصغر، مسافتوں کی تھکن، 211۔

[26] عذرا اصغر، مسافتوں کی تھکن، 206۔

[27] النحل 16: 15۔